بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فرزندِ پیمبرؐ کا مدینے سے سفر ہے　۱　سادات کی بستی کے اُجڑنے کی خبر ہے
در پیش ہے وہ غم کہ جہاں زیر و زبر ہے　　گُل چاک گریباں ہے، صبا خاک بسر ہے
گُل رُو صفتِ غنچہ کمر بستہ کھڑے ہیں
سب ایک جگہ صورتِ گُلدستہ کھڑے ہیں

آراستہ ہیں بہرِ سفر سروِ قبا پوش　۲　عمّامے سروں پر ہیں، عبائیں بسرِ دوش
یارانِ وطن ہوتے ہیں آپس میں ہم آغوش　　حیراں کوئی، تصویر کی صورت کوئی خاموش
منہ ملتا ہے روکر کوئی سَروَرؑ کے قدم پر
گر پڑتا ہے کوئی علی اکبرؑ کے قدم پر

عباسؑ کا منہ دیکھ کے کہتا ہے کوئی آہ　۳　اب آنکھوں سے چھپ جائے گی تصویرِ یداللہ
کہتے ہیں گلے مِل کے یہ قاسمؑ کے ہوا خواہ　　واللہ دلوں پر ہے عجب صدمۂ جاں کاہ
ہم لوگوں سے شیریں سخنی کون کرے گا
یہ اُنس، یہ خلقِ حَسنی کون کرے گا

روتے ہیں وہ جو عونؑ و محمدؑ کے ہیں ہم سن ۴ کہتے ہیں کہ مکتب میں نہ جی بہلے گا تم بن
اس داغ سے چین آئے ہمیں یہ نہیں ممکن گرمی کا مہینہ ہے، سفر کے نہیں یہ دن
تم حضرتِ شبیرؑ کے سائے میں پلے ہو
کیوں دھوپ کی تکلیف اٹھانے کو چلے ہو

ہمجولیوں سے کہتے تھے وہ دونوں برادر ۵ ہاں بھائیو تم بھی ہمیں یاد آؤ گے اکثر
پالا ہے ہمیں شاہ نے، ہم جائیں نہ کیوں کر ماموں رہیں جنگل میں تو اپنا ہے وہی گھر
وہ دن ہو کہ ہم حقِ غلامی سے ادا ہوں
تم بھی یہ دعا مانگو کہ ہم شہ پہ فدا ہوں

رخصت کے لئے لوگ چلے آتے ہیں باہم ۶ ہر قلب حزیں ہے تو ہر اِک چشم ہے پُرنم
ایسا نہیں گھر کوئی کہ جس میں نہیں ماتم غل ہے کہ چلا دلبرِ مخدومۂ عالم
خدام کھڑے پیٹتے ہیں قبرِ نبیؐ کے
روضے پہ اداسی ہے رسولِ عربیؐ کے

ہے جب سے کھُلا حالِ سفر بند ہے بازار ۷ یہ جنسِ غم ارزاں ہے کہ روتے ہیں دکاں دار
خاک اڑتی ہے ویرانیٔ یثرب کے ہیں آثار ہر کوچہ میں ہے شور کہ ہے ہے شہِ ابرار
اب یاں کوئی والی نہ رہا آہ ہمارا
جاتا ہے مدینے سے شہنشاہ ہمارا

تدبیرِ سفر میں ہیں ادھر سبطِ پیمبرؐ ۸ گھر میں کبھی آتے ہیں کبھی جاتے ہیں باہر
اسباب نکلواتے ہیں عباسؑ دلاور تقسیمِ سواری کے تردُّد میں ہیں اکبرؑ
شہ کو جنھیں لے جانا ہے وہ پاتے ہیں گھوڑے
خالی ہوا اصطبل، چلے آتے ہیں گھوڑے

حاضر درِ دولت پہ ہیں سب یاورو انصار ۹ کوئی تو کمر باندھتا ہے اور کوئی ہتھیار
ہَودَج بھی کسے جاتے ہیں، محمل بھی ہیں تیار چلّاتے ہیں درباں کوئی آئے نہ خبر دار
ہر محمل و ہَودَج پہ گھٹا ٹوپ پڑے ہیں
پردے کی قناتیں لئے فرّاش کھڑے ہیں

عوراتِ محلّہ چلی آتی ہیں بصد غم ۱۰ کہتی ہیں یہ دن رحلتِ زہرؑا سے نہیں کم
پُرسے کی طرح رونے کا غل ہوتا ہے ہر دم فرش اٹھتا ہے کیا، بچھتی ہے گویا صفِ ماتم
غل ہوتا ہے ہر سمت جدا ہوتی ہے زینبؑ
ہر اک کے گلے ملتی ہے اور روتی ہے زینبؑ

لے لے کہ بلائیں یہی سب کرتی ہیں تقریر ۱۱ اس گرمی کے موسم میں کہاں جاتے ہیں شبیرؑ
سمجھاتی نہیں بھائی کو اے شاہ کی ہم شیر مسلمؑ کا خط آئے تو کریں کوچ کی تدبیر
لِلّٰہ ابھی قبرِ پیمبرؐ کو نہ چھوڑیں
گھر فاطمہ زہرؑا کا ہے، اس گھر کو نہ چھوڑیں

وہ گھر ہے، ملک رہتے تھے جس گھر کے نگہباں ۱۲ کیوں اپنے بزرگوں کا مکاں کرتے ہیں ویراں
کوفے کی بھی خلقت تو نہیں صاحبِ ایماں بی بی یہ مدینہ کی تباہی کا ہے ساماں
ایک ایک شقی دشمنِ اولادِ علیؑ ہے
شمشیرِ ستم واں سرِ حیدرؑ پہ چلی ہے

اجڑے گا مدینہ جو یہ گھر ہوئے گا خالی ۱۳ بربادیٔ یثرب کی بنا چرخ نے ڈالی
کیا جانیں پھر آئیں کہ نہ آئیں شہِ عالی حضرت کے سوا کون ہے اس شہر کا والی
زہرؑا ہیں، نہ حیدرؑ، نہ پیمبرؐ، نہ حسنؑ ہیں
اب اُن کی جگہ آپ ہی یا شاہِ زمن ہیں

گرمی کے یہ دن اور پہاڑوں کا سفر آہ ۱۴ اِن چھوٹے سے بچوں کا نگہبان ہے اللہ
رستے کی مشقت سے کہاں ہیں ابھی آگاہ   اِن کو تو نہ لے جائیں سفر میں شہِ ذی جاہ
قطرہ بھی دمِ تشنہ دہانی نہیں ملتا
کوسوں تلک اس راہ میں پانی نہیں ملتا

منھ دیکھ کے اصغرؑ کا چلا آتا ہے رونا ۱۵ آرام سے مادر کی کہاں گود میں سونا
جھولا یہ کہاں اور کہاں نرم بچھونا   لکھا تھا اسی سن میں مسافر اسے ہونا
کیا ہوگا جو میداں میں ہوا گرم چلے گی
یہ پھول سے کمھلائیں گے، ماں ہاتھ ملے گی

ان بیبیوں سے کہتی تھی یہ شاہ کی ہمشیر ۱۶ بہنوں ہمیں یثرب سے لئے جاتی ہے تقدیر
اس شہر میں رہنا نہیں ملتا کسی تدبیر   یہ خط پہ خط آئے ہیں کہ مجبور ہیں شبیرؑ
مجھ کو بھی ہے رنج ایسا کہ کچھ کہہ نہیں سکتی
بھائی سے جدا ہو کے مگر رہ نہیں سکتی

اماں کی لحد چھوڑ کے میں یاں سے نہ جاتی ۱۷ فاقے بھی اگر ہوتے تو غم اس کا نہ کھاتی
بھائی کی طرف دیکھ کے شق ہوتی ہے چھاتی   بے جائے مجھے بات کوئی بن نہیں آتی
ظاہر میں تو مابینِ لحد سوتی ہیں اماں
میں خواب میں جب دیکھتی ہوں روتی ہیں اماں

ہے روح پہ اماں کی قلق، کرتی ہیں زاری ۱۸ سر پیٹتے میں نے انھیں دیکھا کئی باری
روداد بیاں کر گئی ہیں مجھ سے وہ ساری   فرماتی تھیں بھائی سے خبردار! میں واری
غم خوار ہے تُو اور خدا حافظِ جاں ہے
نہ باپ ہے سر پر مرے بچے کے، نہ ماں ہے

یاد آتی ہے ہر دم مجھے اماں کی مصیبت ۱۹ کچھ جان کی تھی فکر نہ ان کو دمِ رحلت
آہستہ یہ فرماتی تھیں با صد غم و حسرت شبیرؑ سدھارے جو سوئے وادئ غربت
اُس دن مری تربت سے بھی منہ موڑیو زینبؑ
اس بھائی کو تنہا نہ کبھی چھوڑیو زینبؑ

اماں کی وصیت کو بجا لاؤں نہ کیوں کر ۲۰ گھر بھائی سے تھا، بھائی نہ ہوتے تو کہاں گھر
دو بہنیں ہیں ماں جائیاں اور ایک برادر رسی سے بندھے ہاتھ کہ بلوے میں کھلے سر
جو ہووے سو ہو، بھائی کے ہمراہ ہے زینبؑ
اس کوچ کے انجام سے آگاہ ہے زینب

یہ کہتی تھی زینبؑ کہ پکارے شہِ عادل ۲۱ تیار ہیں دروازے پہ سب ہودج و محمل
طے شام تلک ہوگی کہیں آج کی منزل رخصت کرو لوگوں کو بس اب رونے سے حاصل
چلتی ہے ابھی سرد ہوا وقتِ سحر ہے
بچے کئی ہمراہ ہیں گرمی کا سفر ہے

رخصت کرو اُن کو جو کہ ہیں ملنے کو آئے ۲۲ کہدو کوئی گھوارۂ اصغر کو بھی لائے
نادان سکینہؑ کہیں آنسو نہ بہائے جانے کی خبر میری نہ صغریٰ کہیں پائے
ڈر ہے کہیں گھبرا کے نہ دم اس کا نکل جائے
باتیں کرو ایسی کہ وہ بیمار سنبھل جائے

رخصت کو ابھی قبرِ پیمبرؐ پہ ہے جانا ۲۳ کیا جانئے پھر ہو کہ نہ ہوئے مرا آنا
اماں کی لحد پر ہے ابھی اشک بہانا اس مرقدِ انور کو ہے آنکھوں سے لگانا
آخر تو لئے جاتی ہے تقدیر وطن سے
چلتے ہوئے ملنا ہے ابھی قبرِ حسنؑ سے

سن کر یہ سخن بانوئے ناشاد پکاری ۲۴ میں لٹتی ہوں، کیسا سفر اور کیسی سواری
غش ہو گئی ہے فاطمہ صغراؑ مری پیاری بے بس کے لئے کرتے ہیں سب گریہ وزاری
اب کس پہ میں اس صاحبِ آزار کو چھوڑوں
اس حال میں کس طرح میں بیمار کو چھوڑوں

ماں ہوں میں، کلیجہ نہیں سینے میں سنبھلتا ۲۵ صاحب مرے دل کو ہے کوئی ہاتھوں سے ملتا
میں تو اسے لے چلتی پہ کچھ بس نہیں چلتا رہ جاتیں جو بہنیں بھی تو دم اس کا بہلتا
دروازے پہ تیار سواری تو کھڑی ہے
پر اب تو مجھے جان کی صغراؑ کی پڑی ہے

چلاّتی تھی کبراؑ کہ بہن آنکھیں تو کھولو ۲۶ کہتی تھی سکینہؑ کہ ذرا منہ سے تو بولو
ہم جاتے ہیں تم اٹھ کے بغلگیر تو ہو لو چھاتی سے لگو باپ کی، دل کھول کے رولو
تم جس کی ہو شیدا وہ برادر نہ ملے گا
گھر بھر میں جو ڈھونڈو گی تو اکبرؑ نہ ملے گا

ہشیار ہو کیا صبح سے بے ہوش ہو خواہر ۲۷ اصغرؑ کو کرو پیار کلیجے سے لگا کر
چھاتی سے لگو اٹھ کے کھڑی روتی ہیں مادر ہم روتے ہیں دیکھو تو ذرا آنکھ اٹھا کر
افسوس اسی طور سے غفلت میں رہو گی
کیا آخری بابا کی زیارت نہ کرو گی

سن کر یہ سخن شاہ کے آنسو نکل آئے ۲۸ بیمار کے نزدیک گئے سر کو جھکائے
منہ دیکھ کے بانو کا سخن لب پہ یہ لائے کیا ضعف و نقاہت ہے خدا اس کو بچائے
جس صاحبِ آزار کا یہ حال ہو گھر میں
دانستہ میں کیوں کر اسے لے جاؤں سفر میں

کہہ کر یہ سخن بیٹھ گئے سیدِ خوش خُو ۲۹ اور سورۂ الحمد پڑھا تھام کے بازو
بیمار نے پائی گُلِ زہراؑ کی جو خوشبو آنکھوں کو تو کھولا پہ ٹپکنے لگے آنسو

ماں سے کہا مجھ میں جو حواس آئے ہیں اماں
کیا میرے مسیحا مرے پاس آئے ہیں اماں

ماں نے کہا ہاں وہی آئے ہیں مِری جاں ۳۰ جو کہنا ہو کہہ لو کہ یہاں اور ہے ساماں
دیکھو تو ادھر روتے ہیں بی بی شہِ ذی شاں صغراؑ نے کہا ان کی محبت کے میں قرباں

وہ کون سا ساماں ہے جو یوں روتے ہیں بابا
کھُل کر کہو مجھ سے کہ جدا ہوتے ہیں بابا

یہ گھر کا اب اسباب گیا کس لئے باہر ۳۱ نے فرش، نہ ہے مسندِ فرزندِ پیمبرؐ
دالان سے کیا ہوگیا گہوارۂ اصغرؑ اجڑا ہوا لوگو! نظر آتا ہے مجھے گھر

کچھ منہ سے تو بولو مرا دم گھٹتا ہے اماں
کیا سبطِ پیمبرؐ سے وطن چُھٹتا ہے اماں

شبیرؑ کا منہ تکنے لگی بانوئے مغموم ۳۲ صغراؑ کے لئے رونے لگیں زینبؑ و کلثومؑ
بیٹی سے یہ فرمانے لگے سیّدِ مظلوم پردہ رہا اب کیا، تمھیں خود ہوگیا معلوم

تم چھُٹتی ہو اِس واسطے سب روتے ہیں صغراؑ
ہم آج سے آوارہ وطن ہوتے ہیں صغراؑ

اب شہر میں اک دم ہے ٹھہرنا مجھے دشوار ۳۳ میں پا بہ رکاب اور ہو تم صاحبِ آزار
پھر آتا ہے وہ گھر میں، سفر میں جو ہو بیمار تکلیف تمھیں دوں، یہ مناسب نہیں زنہار

غربت میں بشر کے لئے سو طرح کا ڈر ہے
میرا تو سفر رنج و مصیبت کا سفر ہے

۳۴ جنگل میں نہ راحت، نہ کہیں راہ میں آرام
لُوں چلتی ہے خاک اڑتی ہے گرمی کے ہیں ایّام
دریا کہیں حائل، کہیں پانی کا نہیں نام
بستی میں کہیں صبح، تو جنگل میں کہیں شام
صحت میں گوارا ہے جو تکلیف گزر جائے
اس طرح کا بیمار نہ مرتا ہو تو مرجائے

۳۵ پانی جو کہیں راہ میں مانگوں تو گنہگار
صغرٰا نے کہا کھانے سے خود ہے مجھے انکار
تبرید فقط آپ کا ہے شربتِ دیدار
کچھ بھوک کا شکوہ نہیں کرنے کی یہ بیمار
گرمی میں بھی راحت سے گزر جائے گی بابا
آئے گا پسینہ، تپ اتر جائے گی بابا

۳۶ اُف تک نہ کروں بھڑکے اگر آگ جگر میں
کیا تاب اگر منہ سے کہوں درد ہے سر میں
قربان گئی چھوڑ نہ جاؤ مجھے گھر میں
بھولے سے بھی شب کو نہ کراہوں گی سفر میں
ہوجانا خفا، راہ میں گر روئے گی صغرٰا
یاں نیند کب آتی ہے جو واں سوئے گی صغرٰا

۳۷ ہر صبح میں پی لوں گی دوا آپ بنا کر
وہ بات نہ ہوگی کہ جو بے چین ہوں مادر
لونڈی ہوں سکینہؑ کی، نہ سمجھو مجھے دختر
دن بھر مِری گودی میں رہیں گے علی اصغر
میں یہ نہیں کہتی کہ عماری میں بٹھا دو
بابا مجھے فضّہ کی سواری میں بٹھا دو

۳۸ میں کہہ نہیں سکتا مجھے درپیش ہے جو رارہ
شہ بولے کہ واقف ہے مرے حال سے اللہ
ایسا بھی کوئی ہے جسے بیٹی کی نہ ہو چاہ
کھل جائے گا یہ راز بھی گو تم نہیں آگاہ
ناچار یہ فرقت کا الم سہتا ہوں صغرٰا
ہے مصلحتِ حق یہی جو کہتا ہوں صغرٰا

۳۹
تو مجھ سے بہلتی، مِرا دل تجھ سے بہلتا
اے نورِ بصر، آنکھوں پہ لے کر تجھے چلتا
یہ ضعف کہ دم تک نہیں سینے میں سنبھلتا
تپ ہے تجھے اور غم سے جگر ہے مِرا جلتا
جز ہجر علاج اور کوئی ہو نہیں سکتا
دانستہ تمھیں ہاتھ سے میں کھو نہیں سکتا

۴۰
چتوَن سے عیاں تھا کہ چلیں آپ، موئے ہم
منہ تکنے لگی ماں کا وہ بیمار بصد غم
میرے تو کلیجے پہ چھری چلتی ہے ہر دم
ماں کہتی تھی مختار ہیں بی بی شہِ عالم
وہ درد ہے جس درد سے چارا نہیں صغراؑ
تقدیر سے کچھ زور ہمارا نہیں صغرا

۴۱
سب کی یہی مرضی ہے کہ مر جائے یہ بیمار
صغراؑ نے کہا کوئی کسی کا نہیں زنہار
اک ہم ہیں کہ ہیں سب پہ فدا سب کے ہیں غمخوار
اللہ نہ وہ آنکھ کسی کی ہے نہ وہ پیار
بیزار ہیں سب ایک بھی شفقت نہیں کرتا
سچ ہے کوئی مُردے سے محبت نہیں کرتا

۴۲
اتنا نہ کہا جیتی ہے یا مرگئی خواہر
ہمشیر کے عاشق ہیں سلامت رہیں اکبرؑ
وہ کیا کریں برگشتہ ہے اپنا ہی مقدّر
میں گھر میں تڑپتی ہوں وہ ہیں صبح سے باہر
پوچھا نہ کسی نے کہ وہ بیمار کدھر ہے
نہ بھائیوں کو دھیان، نہ بہنوں کو خبر ہے

۴۳
میں کون جو صورت مجھ دکھلانے کو آتے
کیا ان کو پڑی تھی جو وہ غم کھانے کو آتے
زلفیں جو اُلجھتیں تو سلجھوانے کو آتے
ہوتی جو غرض چھاتی سے لپٹانے کو آتے
کل تک تو مِرے حالِ پریشاں پہ نظر تھی
تقدیر کے اس پیچ کی مجھ کو نہ خبر تھی

میں کون ہوں جو میری خبر پوچھتے آکر ۴۴ مانوس سکینہؑ سے ہیں عباسؑ دلاور
شادی میں بلائیں مجھے یہ بھی نہیں باور　سر سبز رہے خلق میں نو بادۂ شبر
بے دولھا بنے منہ کو چھپاتے ہیں ابھی سے
میں جیتی ہوں اور آنکھ چُراتے ہیں ابھی سے

بہنیں بھی الگ مجھ سے ہیں اور بھائی بھی ہیں دور ۴۵ کس سے کہوں اس درد کو میں بیکس و رنجور
ہمراہیٔ بیمار کسی کو نہیں منظور　اماں کا سخن یہ ہے کہ بیٹی میں ہو مجبور
دنیا سے سفر رنج و مصیبت میں لکھا ہے
تنہائی کا مرنا مِری قسمت میں لکھا ہے

چھاتی سے لگا کر اسے کہنے لگے شبیرؑ ۴۶ سب بیبیاں رونے لگیں سُن سُن کے یہ تقریر
منہ دیکھ کے چپ رہ گئی وہ بیکس و دلگیر　لو صبر کرو، کوچ میں اب ہوتی ہے تاخیر
نزدیک تھا دل چیر کے پہلو نکل آئے
اچھا تو کہا منہ سے پر آنسو نکل آئے

اکبرؑ کو بلاؤ، علی اصغرؑ کو بھی لاؤ ۴۷ بانو کو اشارہ کیا حضرت نے کہ جاؤ
روٹھی ہے بہن تم سے، گلے اس کو لگاؤ　آئے علی اکبرؑ تو کہا شاہ نے، آؤ!
چلتے ہوئے جی بھر کے ذرا پیار تو کرلو
لینے انھیں کب آؤ گے اقرار تو کرلو

کیا مجھ سے خفا ہوگئیں صغراؑ، مِری تقصیر ۴۸ پاس آن کے اکبرؑ نے یہ کی پیار کی تقریر
محبوب برادر ترے قربان یہ ہمشیر　چلّانے لگی چھاتی پہ منہ رکھ کے وہ دلگیر
صدقے ترے سر پر سے اتارے مجھے کوئی
بل کھائی ہوئی زلفوں پہ وارے مجھے کوئی

رخساروں پہ سبزے کے نکلنے کے میں صدقے ۴۹ تلوار لئے شان سے چلنے کے میں صدقے
افسوس سے اِن ہاتھوں کے ملنے کے میں صدقے کیوں روتے ہو اشک آنکھوں سے ڈھلنے کے میں صدقے
جلد آن کے بہنا کی خبر لیجیو بھائی
بے میرے کہیں بیاہ نہ کر لیجیو بھائی

لکھنا مجھے نسبت کا اگر ہو کہیں سامان ۵۰ حقدار ہوں میں نیگ کی، میرا بھی رہے دھیان
اور مر گئی پیچھے تو رہے دل میں سب ارمان لے آنا دلھن کو مری تربت پہ، میں قربان
خشنود مری روح کو کر دیجیو بھائی
حق نیگ کا تم قبر پہ رکھ دیجیو بھائی

پیارے مِرے بھیا، مِرے مہ رُو علی اکبرؑ ۵۱ چھپ جائیں گے آنکھوں سے یہ گیسو علی اکبرؑ
یاد آئے گی یہ جسم کی خوشبو علی اکبرؑ ڈھونڈیں گی یہ آنکھیں تمھیں ہر سو علی اکبرؑ
دل سینے میں کیوں کر تہ و بالا نہ رہے گا
جب چاند چھپے گا تو اجالا نہ رہے گا

کیا گزرے گی جب گھر سے چلے جاؤ گے بھائی ۵۲ کیسے مجھے ہر بات میں یاد آؤ گے بھائی
تشریف خدا جانئے کب لاؤ گے بھائی کی دیر تو جیتا نہ ہمیں پاؤ گے بھائی
کیا دم کا بھروسہ کہ چراغِ سحری ہیں
تم آج مسافر ہو تو ہم کل سفری ہیں

ہاں سچ ہے کہ بیمار کا بہتر نہیں جانا ۵۳ صحت سے جو ہیں اُن میں کہاں میرا ٹھکانا
بھیا جو اَب آنا تو مِری قبر پہ آنا ہم گور کی منزل کی طرف ہوں گے روانہ
کیا لطف کسی کو نہیں گر چاہ ہماری
وہ راہ تمھاری ہے تو یہ راہ ہماری

مرنا تو مقدّم ہے، غم اس کا نہیں زِنہار ۵۴ دھڑکا ہے کہ جب ہوں گے عیاں مَوت کے آثار
قبلے کی طرف کون کرے گا رخِ بیمار　یٰسین بھی پڑھنے کو نہ ہوگا کوئی غم خوار
سانس اُکھڑے گی جس وقت تو فریاد کروں گی
میں ہچکیاں لے لے کے تمھیں یاد کروں گی

ماں بولی کہ کیا کہتی ہے صغراؑ ترے قربان ۵۵ گھبرا کے نہ اب تن سے نکل جائے مِری جان
بیکس مِری بچی، ترا اللہ نگہبان　صحت ہو تجھے، میری دعا ہے یہی ہر آن
کیا بھائی جدا بہنوں سے ہوتے نہیں بیٹا
کنبے کے لئے جان کو کھوتے نہیں بیٹا

میں صدقے گئی بس نہ کرو گریہ و زاری ۵۶ اصغرؑ مِرا روتا ہے صدا سن کے تمھاری
وہ کانپتے ہاتھوں کو اٹھا کر یہ پکاری　آ آ، مِرے ننھے سے مسافر ترے واری
چھٹتی ہے یہ بیمار بہن جان گئے تم!
اصغرؑ مِری آواز کو پہچان گئے تم!

تم جاتے ہو اور ساتھ بہن جا نہیں سکتی ۵۷ تپ ہے تمھیں چھاتی سے بھی لپٹا نہیں سکتی
جو دل میں ہے لب پر وہ سخن لا نہیں سکتی　رکھ لُوں تمھیں، اماں کو بھی سمجھا نہیں سکتی
بیکس ہوں، مِرا کوئی مددگار نہیں ہے
تم ہو، سو تمھیں طاقتِ گفتار نہیں ہے

معصوم نے جس دم یہ سُنی درد کی گفتار ۵۸ صغراؑ کی طرف ہاتھوں کو لٹکا دیا اک بار
لے لے کے بلائیں یہ لگی کہنے وہ بیمار　جھُک جھُک کے دکھاتے ہو مجھے آخری دیدار
دنیا سے کوئی دن میں گزر جائے گی صغراؑ
تم بھی یہ سمجھتے ہو کہ مرجائے گی صغراؑ

عباسؑ نے اتنے میں یہ ڈیوڑھی سے پکارا ۵۹ چلنے کو ہے اب قافلہ تیار ہمارا
لپٹا کے گلے فاطمہ صغرؑا کو دوبارا اٹھے شہِ دیں، گھر تہ و بالا ہوا سارا
جس چشم کو دیکھا سو وہ پُر نم نظر آئی
اک مجلسِ ماتم تھی کہ بر ہم نظر آئی

بیت الشرفِ خاص سے نکلے شہِ ابرار ۶۰ روتے ہوئے ڈیوڑھی پہ گئے عترتِ اطہار
فرّاشوں کو عباسؑ پکارے یہ بہ تکرار پردے کی قناتوں سے خبردار! خبردار!
باہر حرم آتے ہیں رسولِ دوسَرا کے
شُقّہ کوئی جھک جائے نہ جھونکوں سے ہوا کے

لڑکا کوئی کوٹھے پہ چڑھا ہو تو اتر جائے ۶۱ آتا ہو اِدھر جو، وہ اُسی جا پہ ٹھہر جائے
ناقے پہ بھی کوئی نہ برابر سے گزر جائے دیتے رہو آواز جہاں تک کہ نظر جائے
مریمؑ سے سوا حق نے شرف ان کو دیئے ہیں
افلاک پہ آنکھوں کو ملک بند کئے ہیں

عباسِ علیؑ سے علی اکبرؑ نے کہا تب ۶۲ ہیں قافلہ سالارِ حرم حضرتِ زینبؑ
پہلے وہ ہوں اسوار تو محمل میں چڑھیں سب حضرت نے کہا ہاں، یہی میرا بھی ہے مطلب
گھر میں مِرے زہرؑا کی جگہ بنتِ علیؑ ہے
میں جانتا ہوں ماں مِرے ہمراہ چلی ہے

آ پہنچی جو ناقے کے قریں دخترِ حیدرؑ ۶۳ خود ہاتھ پکڑنے کو بڑھے سبطِ پیمبرؐ
فضہ تو سنبھالے ہوئے تھی گوشۂ چادر تھے پردۂ محمل کو اٹھائے علی اکبرؑ
فرزند کمر بستہ چپ و راس کھڑے تھے
نعلَین اٹھا لینے کو عباسؑ کھڑے تھے

اک دن تو مہیّا تھا یہ سامانِ سواری ۶۴ اک روز تھا وہ، گرد تھے نیزے لئے ناری
محمل تھا نہ ہودج، نہ کجاوہ، نہ عماری بے پردہ تھی وہ حیدرِؑ کرار کی پیاری
ننھے کئی بچوں کے گلے ساتھ بندھے تھے
تھے بال کھلے چہروں پہ اور ہاتھ بندھے تھے

زینت دہِ محمل جو ہوئی دخترِ زہراؑ ۶۵ ناقوں پہ چڑھے سب حرمِ سیدِ والا
آنے لگے رہوار، کُھلا گرد کا پردا عباسؑ سے بولے یہ شہِ یثرب و بطحا
صدمہ ہے بچھڑنے کا مِرے روحِ نبیؐ پر
رخصت کو چلو قبرِ رسولِ عربیؐ پر

ہے قبر پہ نانا کی مقدّم مجھے جانا ۶۶ کیا جانیے پھر ہو کہ نہ ہو قبر پہ آنا
اماں کی ہے تربت پہ ابھی اشک بہانا اُس مرقدِ انور کو ہے آنکھوں سے لگانا
آخر تو لئے جاتی ہے تقدیر وطن سے
چلتے ہوئے ملنا ہے ابھی قبرِ حسنؑ سے

پیدل شہِ دیں روضۂ احمدؐ پہ سدھارے ۶۷ تربت سے صدا آئی کہ آ آ مِرے پیارے
تعویذ سے شبیرؑ لپٹ کر یہ پکارے ملتا نہیں آرام نواسے کو تمھارے
خط کیا ہیں اجل کا یہ پیام آیا ہے نانا
آج آخری رخصت کو غلام آیا ہے نانا

خادم کو کہیں امن کی اب جا نہیں ملتی ۶۸ راحت کوئی ساعت مِرے مولا نہیں ملتی
دکھ کون سا اور کون سی ایذا نہیں ملتی ہیں آپ جہاں، راہ وہ اصلا نہیں ملتی
پابندِ مصیبت ہوں گرفتارِ بلا ہوں
خود پاؤں سے اپنے طرفِ قبر چلا ہوں

میں اک تنِ تنہا ہوں ستم گار ہزاروں ٦٩ اک جان ہے اور در پئے آزار ہزاروں
اک پھول سے رکھتے ہیں خلش خار ہزاروں اک سر ہے فقط، سر کے خریدار ہزاروں
واں جمع کئی شہر کے خوں ریز ہوئے ہیں
خنجر مِری گردن کے لئے تیز ہوئے ہیں

فرمایئے اب جائے کدھر آپ کا شبیرؑ ٧٠ یاں قید کی ہے فکر، وہاں قتل کی تدبیر
تیغیں ہیں کہیں میرے لئے اور کہیں زنجیر خوں ریزی کو کعبے تلک آ پہنچے ہیں بے پیر
بچ جاؤں جو پاس اپنے بلا لیجئے نانا
تربت میں نواسے کو چھپا لیجئے نانا

یہ کہہ کے مَلا قبر سے شہ نے جو رخِ پاک ٧١ ہلنے لگا صدمے سے مزارِ شہِ لَولاک
جنبش جو ہوئی قبر کو تھرّا گئے افلاک کانپی جو زمیں، صحنِ مقدس میں اُڑی خاک
اس شور میں آئی یہ صدا روضۂ جد سے
تم آگے چلو ہم بھی نکلتے ہیں لحد سے

باتوں نے تری دل کو مِرے کردیا مجروح ٧٢ تُو شہر میں جاتا ہے، تڑپتی ہے مِری روح
بے تیغ کیا خنجرِ غم نے ترے مذبوح ہے کشتئ امت پہ تباہی کہ چلا نوحؑ
افلاکِ امامت کا تجھے بدر نہ سمجھے
بے قدر ہیں ظالم کہ تری قدر نہ سمجھے

مارا گیا جس روز سے شبرؑ مِرا پیارا ٧٣ اس روز سے ٹکڑے ہے کلیجہ مِرا سارا
اب قتل میں ہوتا ہوں ترے ساتھ دوبارا امّت نے کیا پاسِ ادب خوب ہمارا
زہراؑ کی جو بستی کو اجاڑیں تو عجب کیا
اعدا مجھے تربت سے اُکھاڑیں تو عجب کیا

واں سے جو اٹھے فاطمہؑ کی قبر پہ آئے ۷۴ اس ذکر پہ رویا کئے شہ سرکو جھکائے
آواز یہ آئی کہ میں صدقے مِرے جائے　پائینِ لحد گر کے بہت اشک بہائے
ہے شور ترے کوچ کا جس دن سے وطن میں
پیارے میں اسی دن سے تڑپتی ہوں کفن میں

گھبرا کے علیؑ آئے نجف سے کئی باری ۷۵ تربت میں جو کی میں نے بہت گریہ وزاری
تم پاس ہو، تربت ہے بہت دور ہماری　کہتے تھے کہ اے احمدِ مختارؐ کی پیاری
گھر لٹتا ہے کیوں کر ہمیں چین آئے گا زہراؑ
کیا ہم سے نہ رخصت کو حُسینؑ آئے گا زہراؑ

نہ سر پہ عمامہ ہے نہ ہے دوش پہ چادر ۷۶ میں نے جو کہا قبر سے کیوں نکلے ہو باہر
مرنے کو پسر جاتا ہے برباد ہوا گھر　فرمایا کہ ماتم میں ہوں اے بنتِ پیمبرؐ
ترسیں گے وہ پانی کو جو نازوں کے پلے ہیں
تلواریں ہیں اور اب مِرے بچوں کے گلے ہیں

وہ نہرِ فرات اور کئی کوس کا جنگل ۷۷ پھرتا ہے مِری آنکھوں میں شبیرؑ کا مقتل
دریا سے وہ پیاسوں کے ہٹا دینے کی ہل چل　وہ بجلیاں تلواروں کی اور شام کا بادل
شبیرؑ کے سر پر سے یہ آفت نہ ٹلے گی
دسویں کو محرّم کی، چھری مجھ پہ چلے گی

رو رو کے پکارا اَسدُ اللہ کا جانی ۷۸ سن کر یہ بیاں باپ کا مادر کی زبانی
پیاسے ہیں مِرے خون کے یہ ظلم کے بانی　ہاں والدہ سچ ہے، نہ ملے گا مجھے پانی
بچپن میں کیا تھا مِرا ماتم شہِ دیں نے
نانا کو خبر دی تھی مِری روحِ امیں نے

پہلو میں جو تھی فاطمہ کے تربتِ شبرؑ ۷۹ اس قبر سے لپٹے بہ محبت شہِ صفدر
چلّائے کہ شبیرؑ کی رخصت ہے برادر حضرت کو تو پہلو ہوا امّاں کا میسّر
قبریں بھی جدا ہیں تہہِ افلاک ہماری
دیکھیں ہمیں لے جائے کہاں خاک ہماری

یہ کہہ کے چلے قبرِ حسنؑ سے شہِ مظلوم ۸۰ رہوار جو مانگا تو سواری کی ہوئی دھوم
یارانِ وطن گرد تھے افسردہ و مغموم چلّاتے تھے خادم کہ چلا خلق کا مخدوم
خالی ہوا گھر آج رسولِ عربیؐ کا
تابوت اسی دھوم سے نکلا تھا نبیؐ کا

جب اٹھ گئی تھیں خلق سے مخدومۂ عالَم ۸۱ سر پیٹتے تھے لوگ اسی طرح سے باہم
برپا تھا جنازے پہ علیؑ کے یونہی ماتم تھا رحلتِ شبرؑ میں محبّوں کا یہی غم
بس آج سے بے والی و وارث ہے مدینہ
اب پنجتنِ پاک سے خالی ہے مدینہ

چلّاتی تھیں رانڈیں کہ چلی شہ کی سواری ۸۲ لے گا خبر اب کون مصیبت میں ہماری
آنکھوں سے یتیموں کی دُرِ اشک تھے جاری مضطر تھے اپاہج، ضعفا کرتے تھے زاری
کہتے تھے گدا ہم کو غنی کون کرے گا
محتاجوں کی فاقہ شکنی کون کرے گا

تھا، ناکے تلک شہر کے اک شورِ قیامت ۸۳ سمجھاتے ہوئے سب کو چلے جاتے تھے حضرت
رو رو کے وہ کہتا تھا جسے کرتے تھے رخصت پائیں گے کہاں ہم، یہ غنیمت ہے زیارت
آخر تو بچھڑ کر کفِ افسوس ملیں گے
دس بیس قدم اور بھی ہمراہ چلیں گے

قسمیں انھیں دے دے کے کہا شہ نے کہ جاؤ ۸۴ تکلیف تمھیں ہوتی ہے اب ساتھ نہ آؤ
اللہ کو سونپا تمھیں، آنسو نہ بہاؤ پھرنے کے نہیں، ہم سے بس اب ہاتھ اٹھاؤ
اس بیکس و تنہا کی خبر پوچھتے رہنا
یارو مِری صغراؑ کی خبر پوچھتے رہنا

روتے ہوئے وہ لوگ پھرے، شاہ سِدھارے ۸۵ جو صاحبِ قسمت تھے وہ ہمراہ سِدھارے
کس شان سے مردانِ حق آگاہ سِدھارے عابد طرفِ خانۂ اللہ سِدھارے
اترے نہ مسافر کسی مخلوق کے گھر میں
عاشق کو کشش لے گئی معشوق کے گھر میں

روشن ہوئی کعبے کی زمیں نورِ خدا سے ۸۶ مکّے نے شرف اور بھی پایا شُرَفا سے
جھک جھک کے ملے سبطِ پیمبر غُرَبا سے آباد ہوا شہر نمازوں کی صدا سے
خوش ہوکے ہوا خواہ یہ کہتے تھے علیؑ کے
سب باپ کی خُو بُو ہے نواسے میں نبیؐ کے

کعبے میں بھی اک دن نہ ملا شاہ کو آرام ۸۷ کوفے سے چلے آتے تھے ناقے سحر و شام
اعدا نے گزرنے نہ دیئے حج کے بھی ایّام کھولا پسرِ فاطمہؑ نے باندھ کے اِحرام
عازم طرفِ راہِ الٰہی ہوئے حضرت
تھی ہشتمِ ذی الحجہ کہ راہی ہوئے حضرت

جاتے تھے دل افسردہ و غم گیں شہِ ابرار ۸۸ ہر گام پہ ہوتے تھے عیاں موت کے آثار
قبریں نظر آجاتی تھیں صحرا میں جو دو چار فرماتے تھے شہ فَاعْتَبِرُوا یا اُولِی الْاَبْصار
جز خاک نہ ہوئے گا نشاں بھی بدنوں کا
انجام یہ ہے ہم سے غریب الوطنوں کا

۸۹ آگے تو زمیں پر تھے، پر اَب زیرِ زمیں ہیں احباب کہیں، گھر ہے کہیں، آپ کہیں ہیں
جو دُور نہ رہتے تھے وہ اب پاس نہیں ہیں خالی ہیں مکاں، آپ تہہِ خاک مکیں ہیں
حسرت یہ رہی ہوگی کہ پہنچے نہ وطن میں
کیا منہ کو لپیٹے ہوئے سوتے ہیں کفن میں

۹۰ منزل پہ بھی آرام سے سوتے نہ تھے شبیرؑ باتیں تھیں یہی یاس کی اور درد کی تقریر
جلدی تھی، کہ ہو جائے شہادت میں نہ تاخیر شب کو کہیں اترے تو سحر کو ہوئے رہ گیر
مقتل کا یہ تھا شوق شہِ جنّ و بشر کو
جس طرح سے ڈھونڈے کوئی معشوق کے گھر کو

۹۱ یوں پوچھتے تھے اُس سے بہ حسرت شہِ ذی جاہ مِلتا تھا کوئی مردِ مسافر جو سرِ راہ
اک نہر سوا جس میں نہ چشمہ نہ کوئی چاہ ایسا کوئی صحرا بھی ہے اے بندۂ اللہ
کیا ملتا ہے اس دشت میں اور کیا نہیں ملتا
ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں وہ صحرا نہیں ملتا

۹۲ ہے سخت پُر اندوہ وہ صحرا تہِ افلاک وہ عرض یہ کرتا تھا کہ سبطِ شہِ لَولاک
سنتا ہوں وہاں دن کو اڑاتا ہے کوئی خاک ہنستا ہُوا واں جائے تو ہوجا تا ہے غمناک
دن رات کو آتی ہے صدا سینہ زنی کی
درویش کی ممکن ہے سکونت، نہ غنی کی

۹۳ اس دشت میں ہو جائے گا تو خاک کا پیوند چلّاتی ہے عورت کوئی ہے ہے مِرے فرزند
پانی یہیں ہو جائے گا بچوں پہ ترے بند تلواروں سے ٹکڑے یہیں ہوں گے ترے دلبند
پیارے تو اسی خاک پہ گھوڑے سے گرے گا
ہے ہے یہیں خنجر تری گردن پہ پھرے گا

اک شیر ترائی میں یہ چلّاتا ہے دن رات ۹۴ کٹ جائیں گے یاں ہاتھ مرے لال کے ہیہات
کیا حال کہوں نہر کا اے شاہِ خوش اوقات پانی تو نہیں شور، پہ مشہور ہے یہ بات
طائر بھی دمِ تشنہ دہانی نہیں پیتے
وحشی کبھی واں آن کے پانی نہیں پیتے

اُس جا نہ اترتا ہے، نہ دم لیتا ہے رہ گیر ۹۵ ہے شور کہ اس آب میں ہے آگ کی تاثیر
پیاسوں کے لئے اس کی ہراک موج ہے شمشیر اس طرح ہوا چلتی ہے جس طرح چلیں تیر
بجھتی نہیں واں پیاس کسی تشنہ گلُو کی
بُو آتی ہے اس نہر کے پانی میں لہو کی

اُس شخص سے یہ کہہ کے چلے قبلۂ عالَم ۹۶ اللہ نے چاہا تو بسائیں گے اُسے ہم
عاشق پہ بلا بعدِ بلا آتی ہے ہر دم غم اور بڑھا، وصل کا عرصہ جو رہا کم
آفت یہ نئی فوجِ شہنشاہ میں آئی
مسلمؑ کی شہادت کی خبر راہ میں آئی

غُربت میں نہ ماتم کی سنائے خبر اللہ ۹۷ طاری ہوا حضرت پہ عجب صدمۂ جانکاہ
گوندھے ہوئے سر کھول کے بیٹھے حرمِ شاہ فرماتے تھے شہ سب کو ہے درپیش یہی راہ
ہوگا وہی اللہ کے جو مدِّ نظر ہے
آج اُن کا ہوا کوچ، کل اپنا بھی سفر ہے

وارث کے لئے زوجۂ مسلمؑ کا تھا یہ حال ۹۸ محمل سے گری پڑتی تھی بکھرائے ہوئے بال
روتے تھے بہن کے لئے عباسِؑ خوش اقبال وہ کہتی تھی ساتھ آئے تھے چھوٹے مِرے دولال
پوچھو تو کدھر وہ مِرے پیارے گئے دونوں
فرماتے تھے شبیرؑ کہ مارے گئے دونوں

محمل تھے سب اس بی بی کے ہودج کے برابر ۹۹ تھا شور کہ بیوہ ہوئی شبیرؑ کی خواہر
گھبرا گئی تھی مسلمِ مظلوم کی دختر ہر بار یہی پوچھتی تھی ماں سے لپٹ کر
کیوں پیٹتی ہو کون جدا ہو گیا امّاں
غربت میں مِرے باپ پہ کیا ہوگیا امّاں

اس دن سے تو اک ابرِ ستم فوج پہ چھایا ۱۰۰ کھانا کئی دن قافلہ والوں نے نہ کھایا
رستے میں ابھی تھا اسداللہ کا جایا جو چاند محرّم کا فلک پر نظر آیا
سب نے مہِ نو لشکرِ شبیرؑ میں دیکھا
منہ شاہ نے آئینۂ شمشیر میں دیکھا

خویش و رفقا چاند کی تسلیم کو آئے ۱۰۱ مجرے کو جھکے اور سخن لب پہ یہ لائے
یہ چاند مبارک ہو یداللہ کے جائے کفار پہ تُو فتح اسی چاند میں پائے
رتبہ مہ و خورشید سے بالا رہے تیرا
تا حشر زمانے میں اجالا رہے تیرا

حضرت نے دعا پڑھ کے یہ کی حق سے مناجات ۱۰۲ کر رحم گنہ گاروں پہ اے قاضئ حاجات
سر دینے کا مشتاق ہوں، عالم ہے تری ذات خنجر مری آنکھوں میں پھرا کرتا ہے دن رات
باقی ہیں جو راتیں وہ عبادت میں بسر ہوں
یہ زیست کے دس دن تری طاعت میں بسر ہوں

پہنچا دے مجھے جلدی سے اے خالقِ افلاک ۱۰۳ اُس خاک پہ جس خاک سے ملتی ہے مِری خاک
طالب ہے ترے قُرب کا سبطِ شہِ لَولاک نہ ملک کی خواہش ہے، نہ درکار ہے اِملاک
بیتاب ہے دل، صبر کا یارا نہیں مجھ کو
اب فصل بجز وصل گوارا نہیں مجھ کو

اتنے میں یہ فضّہ علی اکبرؑ کو پکاری ۱۰۴ لو دیکھ چکی چاند یداللہ کی پیاری
عادت ہے کہ وہ دیکھتی ہیں شکل تمہاری آنکھوں کو کئے بند یہ فرماتی ہیں واری
آئے تو رخِ اکبرؑ ذی قدر کو دیکھوں
شکلِ مہِ نو دیکھ چکی، بدر کو دیکھوں

شہ داخلِ خیمہ ہوئے فرزند کے ہمراہ ۱۰۵ منہ دیکھ کے یوں کہنے لگی بنتِ یداللہ
یہ چاند ہے کس طرح کا اے فاطمہؑ کے ماہ فرمانے لگے رو کے بہن سے شہِ ذی جاہ
سرتن سے مِرا اس مہِ پُرغم میں کٹے گا
زینب یہ مہینہ تمھیں ماتم میں کٹے گا

یہ آلِ نبیؐ کی ہے مصیبت کا مہینہ ۱۰۶ یہ ظلم کا عشرہ ہے، یہ آفت کا مہینہ
پہنچا ہے غریبوں کی شہادت کا مہینہ آخر ہے بس اب عمر کی مدت کا مہینہ
یہ بارِ امامت مِری گردن سے اتر جائے
ہو خاتمہ بالخیر جو سرتن سے اتر جائے

گردوں پہ مہِ نَو جو نمایاں ہے یہ ہمشیر ۱۰۷ چڑھتی ہے مِرے سر کے لئے چرخ پہ شمشیر
اس چاند میں کٹ جائے گا سب لشکرِ شبیرؑ نیزہ کوئی کھائے گا کلیجے پہ، کوئی تیر
برچھی کسی جانباز کے پہلو میں لگے گی
شمشیر کسی شیر کے بازو میں لگے گی

خیمے کو جلادیں گے، لٹے گا زروزیور ۱۰۸ اس ماہ میں ہوں گے نہ پدر اور نہ مادر
ماؤں سے پسر چھوٹیں گے، بہنوں سے برادر بیوہ کئی سیدانیاں ہو ویں گی مقرّر
گھُڑکیں گے ستمگار جو رووے گی سکینہؑ
اس ماہ میں بے باپ کی ہووے گی سکینہؑ

دولھا کوئی ٹاپوں کے تلے ہوئے گا پامال ۱۰۹ پیٹے گی کوئی تازہ دلھن کھولے ہوئے بال
تیروں سے کسی ماں کا جگر ہوئے گا غربال نکلے گی کوئی کہتی ہوئی ہائے مِرے لال
معصوموں کی سونے کی جگہ پائیں گی خالی
بچوں سے بھری گودیاں ہو جائیں گی خالی

اس عشرۂ اوّل میں نہ ہوئیں گے بہن ہم ۱۱۰ تاریخِ سفر ہے دَہُم ماہِ محرّم
عشرہ یہ وہ عشرہ ہے کہ اے زینبؑ پُرغم جس لال کی عاشق ہو وہ ہو جائے گا بے دم
دیکھو گی نہ پھر منہ علی اکبرؑ سے پسر کا
اب شام میں ہوئے گا تمھیں چاند صفر کا

رونے کے لئے حق نے بنائے ہیں یہ دس دن ۱۱۱ اِن روزوں خوشی ہو یہ کسی کو نہیں ممکن
لیویں گے مِرا تعزیہ ہر شہر کے ساکن اکبرؑ کو جواں روئیں گے، معصوموں کو کم سن
بھولیں ہمیں ایسے نہیں غم خوار ہمارے
ہوئیں گے سیہ پوش عزادار ہمارے

غش ہوگئی سن کر یہ بیاں زینبؑ پُرغم ۱۱۲ خیمے میں اسی رات سے برپا ہوا ماتم
بیدار رہیں صبح تلک بی بیاں باہم خیموں کو اکھڑوا کے چلے قبلۂ عالم
آخر وہی صحرا، وہی جنگل نظر آیا
تھی دوسری تاریخ کہ مقتل نظر آیا

اُترے اسی میدانِ بلا خیز میں سرور ۱۱۳ اِستادہ ہوئے خیمۂ ناموسِ پیمبرؐ
صحرا کی طرف دیکھ کے خوش ہو گئے اکبرؑ دریا پہ ٹہلنے لگے عباسِؑ دلاور
شہ بولے ہوا نہر کی بھائی تمھیں بھائی
ہاں شیر ہو دریا کی ترائی تمھیں بھائی

خامے کو بس اب روک انیسِؔ جگر اَفگار ۱۱۴ خالق سے دعا مانگ کہ اے ایزدِ غفار
زندہ رہیں دنیا میں شہِ دیں کے عزادار غیر از غمِ شہ اُن کو نہ غم ہو کوئی زنہار
آنکھوں سے مزارِ شہِ دل گیر کو دیکھیں
اِس سال میں بس روضۂ شبیرؑ کو دیکھیں